تصحیح احادیث کا معیار

قسط ۳

جمہور محدثین حتیٰ کہ شیخ کے اپنے معاصرین کی مذکورہ بالا تصریحات دیکھنے کے بعد خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جمہور محدثین اور شیخ کے معاصرین کا بھی یہی مذہب ہے کہ متاخرین کو مشروط تصحیح حدیث کا حق حاصل ہے تو شیخ نے ان سب کے خلاف یہ قول کیوں اختیار کیا کہ "متاخرین کو اس کا حق نہیں" آخر اس کا سبب کیا ہے۔ تو اس بارے میں حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ہماری رہنمائی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

ان الحامل لابن الصلاح علی ذالک	شیخ ابن صلاح کو اس دعویٰ پر آمادہ کرنے والی چیز
ان المستدرک للحاکم کتاب کبیر جداً	یہ ہے کہ مستدرک حاکم بہت ضخیم کتاب ہے۔
یصفوالہ منہ صحیح کثیر ومع حرصہ	اس کا بیشتر حصہ (نقد وجرح سے) پاک وصاف
علی جمع الصحیح غزیر الحفظ۔ کثیر الاطلاع	(صحیح) ہے۔ وہ چھانٹ چھانٹ کر صحیح حدیثوں
واسع الروایۃ فیبعد کل البعد ان	کو جمع کرنے کی حرص کے علاوہ پختہ حافظہ وسیع
یوجد حدیث لبشرائط الصحۃ لم	معلومات اور کثرت روایت کے ساتھ بھی موصوف
یخرجہ۔	ہیں۔ ایسی صورت میں اس کا امکان بہت ہی کم ہے

کہ کسی حدیث میں شرائط صحت موجود ہوں اور حاکم نے مستدرک میں اسکی تخریج نہ کی ہو۔

یعنی ابن صلاح نے مستدرک حاکم کو دیکھ کر یہ نظریہ قائم کر لیا کہ اس میں تمام صحیح حدیثیں آچکی ہیں جب

صحیح احادیث کا تمام ذخیرہ اس میں آگیا ہے اور کوئی حدیث ایسی نہیں رہ گئی کہ جس میں شرائط صحت کی موجودگی کی وجہ سے اس پر صحت کا حکم لگایا جائے۔ (کیونکہ ایسی ہر حدیث کی تو حاکم نے تخریج کر دی ہے۔) تو اب متاخرین کو تصحیح و تضعیف حدیث سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اب اگر وہ تصحیح و تضعیف کریں گے بھی تو کس حدیث کی ہ؟ سب احادیث کی تصحیح و تضعیف تو کرنے والے کر گئے ہیں۔ رہی سہی کسر حاکم نے پوری کر دی ہے۔ اس بنا پر شیخ ابن صلاح نے یہ دعویٰ کیا کہ "متاخرین کو تصحیح و تضعیف کا حق نہیں ہے"

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابن صلاح کا مستدرک حاکم پر تکیہ لگانا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ علماء حدیث کا تقریباً اس پر اجماع ہے کہ حاکم نے جو جو شرطیں اپنی مستدرک میں حدیث تخریج کرنے کی لگائی تھیں وہ ان پر قائم نہیں رہ سکے۔ اور ان سے تخریج احادیث میں بہت تساہل ہوا ہے حتیٰ کہ مستدرک میں بعض ضعیف اور منکر احادیث تک کی بھی تخریج کر دی ہے۔ چنانچہ ابو سعید المالینی تو یہاں تک فرما گئے ہیں کہ :

طالعت المستدرک من اولہ الی آخرہ میں نے مستدرک (حاکم) کا از اول تا آخر مطالعہ

فلم اجد حدیثاً علی شرط البخاری و مسلم کیا مجھے ایک حدیث بھی ایسی نہ ملی جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو۔

الفصاح ص ۴۳

یہاں ابو سعید مالینی نے کس قدر مبالغہ سے کام لیا ہے۔ یہ کہنا تو صحیح ہے کہ مستدرک میں بعض احادیث بخاری و مسلم کی شروط پر پوری نہیں اترتیں۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس میں من اولہ الی آخرہ کوئی ایک حدیث بھی بخاری و مسلم یا فقط بخاری یا فقط مسلم کی شرط پر نہیں۔ کیونکہ نصف کتاب تقریباً ایسی ہے کہ اس میں جو احادیث ہیں وہ ان شروط پر پوری اترتی ہیں کہ جنکا حاکم نے التزام کیا تھا۔ اسیطرح حافظ ذہبی نے ایک "جزء" لکھا اس میں وہ موضوع احادیث جمع کیں جو حاکم کی مستدرک میں آگئی تھیں۔ ایسے ہی ذہبی نے مستدرک کی تلخیص بھی کی اور اس میں بھی بہت سی احادیث کا تعاقب کیا اور بہت سی احادیث ضعیفہ کو جو کہ مستدرک میں آگئی تھیں جمع کیا۔ خود ابن صلاح کو حاکم کے تساہل کا اعتراف ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن صلاح ص ۱۸ ــــ تو جب مستدرک حاکم میں ضعیف اور منکر بلکہ موضوع تک احادیث ہیں تو پھر اس پر تکیہ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔

حاکم کے تساہل کی حقیقت اب یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر حاکم جیسے پختہ حافظ اور وسیع معلومات رکھنے والے شخص سے یہ تساہل کیسے ہو گیا ؟ تو اسکی وجہ علماء حدیث نے

یہ بتلائی ہے کہ حاکم نے پہلے مستدرک (بطور مواد کو اکٹھا کرنے کے) جمع کیا، اس میں ہر قسم کی احادیث آگئی تھیں۔ پھر انہوں نے اس پر نظر ثانی شروع کی، اور جو احادیث اپنی ملتزمہ شروط پر پوری نہیں اترتی تھیں ان کو خارج کرتے گئے۔ ابھی کتاب کے چھ اجزاء میں سے صرف ڈیڑھ جزء پر ہی نظر ثانی ہوئی تھی کہ زندگی نے وفا نہ کی اور اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور باقی کتاب بغیر تنقیح کے رہ گئی۔ اور جہاں تک تنقیح ہوئی وہاں یہ بھی مرقوم ہے کہ "تم املاء الحاکم" المصباح ص۴۳ کہ یہاں تک حاکم کی املا (تنقیح) تمام ہوئی۔

بہرحال سبب تساہل کچھ بھی ہو، اتنی بات تو یقینی ہے کہ تساہل ہوا ہے۔ اور اس میں تمام احادیث صحیحہ نہیں آسکتی ہیں۔ لہذا اس پر اعتماد کر کے متاخرین کو تصحیح و تضعیف حدیث کے حق سے محروم کرنا معتبر نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حاکم سے تساہل نہیں ہوا ہے اور مستدرک میں ایک حدیث بھی ضعیف، منکر اور موضوع نہیں ہے، بلکہ تمام صحاح ہی ہیں تو تب بھی مستدرک حاکم کو حرفِ آخر سمجھنا درست نہ ہوتا۔ کیونکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ

"من قال ان السنۃ کلھا اجتمعت عند رجل واحد فسق۔ ومن قال ان شیئا منھا فات الامۃ فسق۔ توضیح الافکار ص۵۵ ج۱	جس نے یہ کہا کہ ساری سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کسی ایک شخص کے پاس جمع ہو گئی ہے۔ اس نے (بھی) غلط بات کہی اور جس نے یہ کہا کہ سنت نبویہ کا کوئی گوشہ پوری امت محمدیہ سے چھوٹ گیا ہے اس نے بھی غلط کہا۔

...

یعنی نہ تو کوئی ایک شخص ساری کی ساری سنت کو اکیلا جمع کر سکا اور نہ ہی پوری امت مسلمہ سنت نبویہ میں سے کوئی چیز چھوڑ سکی۔ بلکہ پوری امت نے مل کر تمام احادیث کو محفوظ اور جمع کیا ہے۔ محض ایک شخص کے احادیث کو جمع کرنے سے تمام حدیثیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جب ایک شخص تمام ذخیرہ حدیث کو جمع نہیں کر سکتا تو پھر کسی ایک شخص کی تصحیح و تضعیف اور تصنیف و تالیف کو کیسے حرفِ آخر سمجھا جا سکتا ہے۔ لہذا حاکم سے تساہل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسکی مستدرک پر اس قسم کا تکیہ لگانا درست نہیں جس قسم کا شیخ ابن صلاح نے لگایا ہے اور اسکو اپنے دعوٰی کا سبب بنایا ہے۔

ایک قابلِ غور امر یہ تو تھا ابن صلاح کی عبارت کا وہ مطلب جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے اور سمجھا گیا ہے۔ لیکن بہت ہی ناانصافی ہوگی اگر ہم شیخ کی عبارت سے صرفِ نظر کریں اور

ان کی عبارت کی وضاحت نہ کریں۔ اس لئے اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے شیخ ابن صلاح کی عبارت پر غور کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کیا ابن صلاح کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو عام طور پر سمجھا گیا ہے ــــ کہ وہ متاخرین کو تصحیح حدیث کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ــ یا کچھ اور ہے۔؟ تو اس کے بارے میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ شیخ ابن صلاح کی عبارت پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن صلاح اس کے قائل نہیں ہیں کہ "متاخرین تصحیح وتضعیف حدیث کے قطعاً مجاز نہیں ہیں"۔ بلکہ ان کی عبارت سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ "ہم ایسے کام کو سرانجام دینے کی جرأت نہیں کرتے کہ جس کو متقدمین نے نہیں کیا" یعنی جس حدیث کو انہوں نے ضعیف نہیں کہا یا صحیح نہیں کہا، ہم اسکو ضعیف یا صحیح کہنے کی جرأت نہیں کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر متاخرین اس کام کو سرانجام دینے کی اگر جرأت کریں تو وہ اس کے مجاز بھی ہیں یا نہیں۔؟ تو اس کے بیان سے ابن صلاح کی عبارت بالکل ساکت ہے۔ اس لئے کہ وہ یہ فرماتے ہیں:

"(اذا وجدنا حدیثا صحیح الاسناد لم ینص علی صحتہ) فانا لا نتجاسر علی جزم الحکم بصحتہ" ...	جب ہم کوئی صحیح الاسناد حدیث پائیں کہ جسکی صحت پر متقدمین میں سے کسی کی تصریح موجود نہ ہو تو ایسی حدیث پر قطعی طور سے صحت کا حکم لگانے کی جرأت نہیں کرتے، اور نہ کریں گے۔

اگر جرأت کر لی تو وہ معتبر ہوگی یا نہیں؟ تو اس کا کوئی ذکر اس عبارت میں نہیں ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک ابن صلاح کی عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ "وہ متاخرین کو تصحیح حدیث کا حق دینے کیلئے تیار نہیں یا یہ کہ وہ تصحیح حدیث کے دروازے کو بند کرنا چاہتے ہیں۔" درست نہیں۔

مگر چونکہ ابن الصلاح کی عبارت سے عموماً یہی مطلب اخذ کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بتانے پر مجبور ہوئے ہیں کہ اگر واقعی حافظ ابن صلاح کا یہی مقصد ہے کہ "متاخرین تصحیح حدیث کے مجاز نہیں" تو یہ کہاں تک صحیح اور قابل اتباع ہے۔؟

شیخ کے ادلہ کی حقیقت | تو اس بارے میں ہم عرض کریں گے کہ اگر واقعی شیخ ابن صلاح کا یہی موقف ہے کہ "متاخرین تصحیح حدیث کے مجاز ہی نہیں"۔ تو یہ کئی وجوہ سے مرجوح ہے۔

اولاً تو اس لئے مرجوح ہے کہ یہ موقف (جیسا کہ پہلے اشارۃً معلوم ہوا) جمہور محدثین کے مذہب کے خلاف ہے۔ متاخرین میں اور خود شیخ کے معاصرین میں بہت سے حضرات ایسے ملتے

ہیں کہ جنہوں نے ایسی ایسی احادیث کی تصحیح و تضعیف کی ہے کہ جنکی تصحیح و تضعیف پر نہ تو متقدمین کی تصریح موجود تھی اور نہ ہی وہ کتب خمسہ میں سے کسی کتاب میں درج کی گئی تھیں۔ لیکن ان میں صحیح و ضعیف کی شرائط ضرور پائی جاتی تھیں۔ اور امت نے ان کی تصحیح و تضعیف کو قبول بھی کیا۔ جیسے کہ ابن القطان۔ ضیاء۔ مقدسی۔ ابن المواق، دمیاتی، مزی، تقی السبکی وغیرہم، لہذا جمہور کے مقابلہ میں شیخ کا موقف لامحالہ مرجوح ہوگا۔

ثانیاً اس لئے بھی شیخ کا موقف قابل ترجیح نہیں کہ شیخ کا رجال سند اور اصول نقد کو نظرانداز کر کے مدار صحت کتب کو ٹھہرانا اور تعارض کے مواقع میں انہی کتابوں کی حدیثوں کو قابل ترجیح قرار دینا صرف مذہب جمہور کے ہی خلاف نہیں مسلمہ اصول روایت و درایت کے بھی خلاف ہے۔

ثالثاً اس لئے یہ موقف کسی قوی دلیل پر مبنی نہیں کہ بقول شیخ کمال الدین ابن ہمامؒ کے اصول نقد اور رجال سند کو نظرانداز کر کے مدار صحت فقط صحیحین کو ٹھہرانا اور معیار صحت فقط کتب کو قرار دینا تحکم محض ہے۔ چنانچہ شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

من قال اصح الاحادیث ما فی الصحیحین	جو شخص یہ کہتا ہے کہ "احادیث میں سے سب
ثم ما اشتمل علی شرط احدھما تحکم	سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو صحیحین (بخاری مسلم)
لا یجوز التقلید فیہ۔ اذ الاصحیۃ	میں ہے۔ پھر وہ جو ان میں سے کسی ایک (یا دونوں)
لیست الا لاشتمال رواۃ حدیث علی	کی شرط پر ہے۔" یہ زبردستی کی بات ہے۔ اس
الشروط التی اعتبراھا۔ فاذا وجدت	میں اسکی تقلید جائز نہیں۔ اس لئے کہ اصحیت کا
تلک الشروط فی رواۃ حدیث فی	مدار (صحیحین پر ہونے کی بجائے) رواۃ حدیث میں
غیر الکتابین افلا یکون الحکم باصحیۃ	ان شروط کے پائے جانے پر ہے کہ جن کا اعتبار
ما فی الکتابین عین التحکم۔؟	بخاری و مسلم نے (بھی) کیا ہے۔ اگر وہی شروط
فتح القدیر ص ۳۱۷، ۳۱۸ / ۱ ج باب النوافل	بخاری و مسلم کے علاوہ کسی دوسری حدیث کے رواۃ

میں پائی جائیں تو کیا (اب بھی) صحیحین کی احادیث پر ہی اصحیت کا حکم لگائے جانا زبردستی کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔؟ (اس لئے کہ وہی شروط بخاری و مسلم کے رواۃ میں ہیں اور وہی انکے علاوہ دوسری حدیث کے رواۃ میں۔؟)

معلوم ہوگیا کہ مدار اصحیت کتب نہیں ہیں۔ بلکہ وہ شروط ہیں جنکا بخاری و مسلم نے بھی اعتبار کیا ہے۔ لہذا جب وہ شروط صحیحین کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں پائی جائیں گی تو وہ بھی اصح ہوگی۔

اگرچہ بخاری ومسلم نے اسکی تخریج نہ کی ہو۔ اب جبکہ مدار اصحیت شروط ہوئیں تو اب ممکن ہے کہ متقدمین میں سے کسی نے کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف کی ہو اور اس سے اس میں ذھول ہوگیا ہو یا وہ کسی علت قادحہ یا کسی وصف پر مطلع نہ ہوا ہو اور متاخرین میں سے کسی نے اس پر اطلاع پائی ہو لہذا اسکو حق حاصل ہوگا کہ وہ اصول نقد کے پیش نظر تصحیح وتضعیف کرے۔

یہی رائے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ہے وہ بھی مدار اصحیت صحیحین کو ٹھہرانے کو تحکم کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "المنہج القویم فی شرح الصراط المستقیم" میں اس پر کافی وشافی بحث کی ہے۔ آخر میں خلاصے کے طور پر فرماتے ہیں :

حاصل ایں سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح وتنقید ائمہ مجتہدین واکابر سلف است وچوں ایشاں حدیثے راتلقی بقبول کردہ وعمل بداں نمودہ انکار واعتراض بر ایشاں بتقلید علماء محدثین کہ مشہور اند جائز نباشد۔ والتزام ایشاں بحکم ایں جماعۃ تحکم ومکابرہ است۔
"المنہج القویم ص۵ بحوالہ فوائد مجاز ازنا فعہ ص۴"

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین واکابر سلف کی تصحیح وتنقید پر اعتبار اور مدار ہے جب انہوں نے کسی حدیث کو قبول کر لیا اور قابل عمل قرار دیا تو مشہور علماء محدثین کی تقلید کر کے ان پر اعتراض کرنا اور ان کی بات کو تسلیم نہ کرنا درست نہ ہوگا۔ اور اس جماعت فقہا کے حکم لگانے کے باوجود محدثین کی بات کو لازمی سمجھنا اور یقینی کہنا زبردستی کی بات ہے۔

یعنی اگر محدثین نے کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف کر دی ہے تو وہ حرف آخر نہیں ہے کہ اس کے خلاف کرنا ناجائز ہو، بلکہ اگر ان سے خلاف کرتے ہوئے فقہاء نے کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف کی اور قابل عمل یا ناقابل عمل قرار دیا تو محدثین کی تصحیح وتضعیف کو مدار بنا کر فقہا پر اعتراض کرنا درست نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ متاخرین بھی تصحیح وتضعیف کے مجاز ہیں۔ یہ حق صرف متقدمین کیلئے ہی خاص کر لینا تحکم (زبردستی کی بات) ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ | ہم نے جو یہ کہا ہے کہ "صحیحین یا دیگر کتب صحاح مدار اصحت نہیں بلکہ اصل اصحیت کا مدار۔ رجال سند اور اصول نقد ہیں" ممکن ہے اس سے کوئی کج فہم یہ سمجھے کہ ہم صحیحین کی احادیث کی تضعیف کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ اس سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں، بلکہ ہمارا مطلب، صرف یہ ہے کہ صحیحین میں تمام صحاح احادیث درج نہیں کی گئی ہیں، جتنی احادیث صحیحین میں آئی ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ احادیث صحیحہ باقی رہ گئی ہیں۔

ہاں جو صحیحین میں آگئی ہیں وہ بلا شبہ صحیح ہیں۔ چنانچہ امام مسلمؒ خود فرماتے ہیں کہ :

لیس کل صحیح کتبتہ ھنا ولکن کتبت الاحادیث التی اجمع العلماء علی صحتھا۔
مصباح ص۱۴۲ وتدریب ص۴۹

میں نے تمام احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب "مسلم" میں جمع کرنے کا التزام نہیں کیا۔ بلکہ صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کی ہیں جن کی صحت پر علماء وقت نے اجماع کیا۔

تنبیہ | امام مسلم کے اس اجماع سے راجح قول کے مطابق، امام احمد بن حنبلؒ، ابن معینؒ، ابن ابی شیبہؒ اور ابو سعید بن منصور کا اجماع ہے۔ لہذا امام مسلم پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

اس طرح شیخ عبدالحق بھی فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں تمام احادیث صحیحہ کا ذخیرہ نہیں آسکا۔

احادیث صحاح منحصر نیست در صحیح بخاری و مسلم۔ وایشاں استیعاب نکردہ اند جمیع صحاح راکہ نزد ایشاں بود بر شرط ایشاں چہ جائے مطلق صحیح و خود تصریح کردہ ہر یکے از ایشاں بعدم احاطہ و استیعاب۔
المنہج بحوالہ فوائد جامعہ ص۱۴۹

احادیث صحیحہ بخاری و مسلم میں منحصر نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان تمام احادیث صحیحہ کا جو ان کے پاس ان کی شرط کے مطابق موجود تھیں احاطہ نہیں کیا ہے۔ صحیح حدیثوں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے تو تمام صحاح کے احاطہ و استیعاب نہ کرنے کا صاف اقرار کیا ہے۔

الغرض علماء حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم نے تمام صحاح احادیث کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ اور یہی ہمارا مقصد و مطلب ہے اس بات سے کہ "مدار اصحیت صحیحین یا دیگر کتب حدیث نہیں ہیں"۔ نہ یہ کہ ہم صحیحین کی احادیث کی تضعیف کرنا چاہتے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بخاری و مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کیا تو پھر صحیحین و دیگر کتب کو مدار اصحیت کیسے بنایا جا سکے گا۔ پھر تو ان احادیث صحیحہ کا رد کر دینا لازم آئیگا جو صحیح تو ہیں لیکن کتب خمسہ میں نہیں آسکیں (کما سیجیئ انشاء اللہ) یہ تو بالکل صحیح ہے کہ جو احادیث صحیحین میں اصالۃً آگئی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں لیکن یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں کہ جو ان سے رہ گئی ہیں وہ غیر صحیح ہیں لہذا مدار اصحیت رواۃ حدیث میں انہی شروط کی موجودگی پر ہی ہوگا، جنکا اعتبار بخاریؒ و مسلمؒ نے بھی کیا ہے۔ پھر بہت ممکن ہے کہ کوئی ایسی حدیث بھی نکل آئے جو صحیحین کی احادیث

سے بھی زیادہ صحیح ہو۔ چنانچہ قاسم الاندجانی فرماتے ہیں :

فالاحادیث التی اوردھا غیرھما من الاحادیث الصحیحۃ نازلۃ درجتھا عن الاحادیث التی فی الصحیحین ولکنہ یمکن ان تکون الاحادیث التی اوردھا غیرھما متفوقۃ علی احادیث الصحیحین بقرائن تدل علیھا۔

المصباح ص۳۹

جن احادیث صحیحہ کو بخاری و مسلم کے علاوہ دوسرے حضرات مصنفین نے ذکر کیا ہے۔ (بیشک) وہ صحیحین کی احادیث سے درجہ میں کم ہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ جن احادیث کو بخاری و مسلم کے علاوہ دوسرے حضرات نے ذکر کیا ہے وہ صحیحین کی احادیث پر ایسے قرائن (علامات) کی وجہ سے مقدم ہوں جو اس تقدیم پر دلالت کرتے ہوں۔

اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جبکہ معیار صحت کتب کی بجائے رجالِ سند اور اصولِ نقد کو مانا جائے تو ہمارا مقصد صحیحین کو مدارِ صحت نہ ٹھہرانے سے انکی تضعیف کرنا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتلانا ہے کہ ان میں سب احادیث صحیحہ نہیں آئیں۔ اب جو باقی احادیث صحیحہ رہ گئی ہیں، ان کو پرکھنے کیلئے بھی کوئی کسوٹی ہونی چاہیئے اور وہ اصول نقد ہی ہیں نہ کہ کتب۔

رابعاً شیخ ابن صلاح کا موقف اس لئے مرجوح ہے کہ بقول حافظ ابن حجرؒ کے علامہ موصوف نے "صحیح" کی تعریف میں جو "حفظ" کی قید لگائی ہے، یہ جمہور محدثین کے مذہب کے خلاف ہے۔ "صحیح" کیلئے حفظ کی شرط نہیں ہے۔ اگرچہ بعض متقدمین سے یہ مروی ہے لیکن قدیم و جدید زمانہ میں اسی پر عمل رہا ہے کہ حفظ کی شرط "صحیح حدیث" کیلئے نہیں ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ شیخ ابن صلاح خود اپنے مقدمہ میں آگے چل کر یعنی ص۱۸۵ پر حفظ کی قید لگانے کو اہل تشدید کا مذہب کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"ومن مذاھب التشدید مذھب من قال "لاحجۃ الا فیما رواہ الراوی من حفظہ وتذکرہ"

مقدمہ ابن صلاح ص۱۸۵، ۱۸۶

تشدید مذاہب میں سے (ایک) مذہب اس کا بھی ہے، جو یہ کہتا ہے کہ روایت وہی قابل حجت ہے جسکو راوی اپنے حفظ اور یاد سے بیان کرے (نہ کہ کتاب سے)

جب شیخ کے نزدیک "صحیح" کی تعریف میں حفظ کی قید لگانا اہل تشدید کا مذہب ہے تو پھر خود ان کا یہ قید لگانا کیسے افراط و تفریط میں داخل نہ ہوگا۔

خامساً اس لئے ابن صلاح کا موقف قابل ترجیح نہیں کہ بقول حافظ ابن حجرؒ کے شیخ کا کتاب سے روایت بیان کرنے کو عیب اور حافظہ کی کمزوری کہنا اور سمجھنا درست نہیں۔ اس لئے کہ جب حفظ، صحیح کیلئے شرط ہی نہیں تو پھر حفظ کی بجائے کتاب سے روایت کرنا عیب کیسے ہوگا۔؟ اور پھر صحابہ وتابعین کے بعد اکثر رواۃ کا تو وصف ہی کتاب سے بیان کرنا ہے، لہذا کتاب سے روایت بیان کرنا کوئی عیب کی چیز نہیں کہ جسکی بنیاد پر شیخ ابن صلاح متاخرین کو تصحیح وتضعیف کا حق دینے کیلئے تیار نہیں۔

سادساً اس لئے بھی شیخ کا موقف مرجوح ہے کہ بقول حافظ ابن حجر کے شیخ کے کتب کو معیار تصحیح ٹھہرانے میں ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ اور وہ یہ کہ اس سے صحیح حدیث کو رد کرنا اور غیر صحیح کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔ اس طرح کہ بہت سی احادیث ایسی ملتی ہیں کہ متقدمین نے تو ان کی تصحیح کی ہے۔ لیکن متاخرین ان میں سے کسی حدیث میں علۃ قادحہ (مانع عن الصحت عیب) پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اسکو اسکی وجہ سے غیر صحیح کہہ دیا، چنانچہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں کتنی حدیثیں ایسی ملتی ہیں جن پر انہوں نے تو صحت کا حکم لگایا ہے لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ وہ درجہ حسن سے زیادہ نہیں ہیں۔ اب اگر صحت کا مدار کتب یا متقدمین کی تصحیح پر ہو اور متاخرین کی بات لائق اعتبار نہ سمجھی جائے تو اس غیر صحیح حدیث کو قبول کرنا پڑیگا کہ جس میں علۃ قادحہ پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے متقدمین نے اسکی تصحیح کی تھی۔ تو غیر صحیح کو قبول کرنا لازم آگیا۔ اسی طرح بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح میں کل صحیح حدیثیں نہیں آئی ہیں، بلکہ اس سے کہیں زیادہ رہ گئی ہیں۔ اب جبکہ صحت کا مدار کتب ہوں گی ان تمام صحاح احادیث کو رد کرنا پڑیگا کہ جنکی تخریج کتب میں نہیں ہو سکی۔ اس نقصان سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ متاخرین میں سے اصول نقد سے پوری طرح واقفیت رکھنے والوں کو تصحیح وتضعیف کا حق دیا جائے۔

سابعاً ابن صلاح کا موقف اس لئے کمزور ہے کہ اس سے پھر ہم متقدمین کی تصحیح وتضعیف بھی قبول نہ کر سکیں گے۔ اس لئے کہ ابن صلاح کے نزدیک جب اسانید متاخرہ میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے محض اسانید سے صحیح کا ادراک مشکل ہو گیا ہے کہ جسکی وجہ سے شیخ متقدمین کی تصحیح پر اعتماد کرنے پر مجبور ہیں تو متقدمین کی تصحیح وتضعیف بھی تو انہی اسانید متاخرہ کے واسطے سے ہم تک پہنچے گی، پھر اس کا قبول کرنا کیسے آسان ہو جائیگا۔؟ اگر اسانید متاخرہ سے صحیح کا ادراک مشکل ہے تو پھر انہی اسانید سے متقدمین کی تصحیح وتضعیف کو قبول کرنا بھی مشکل ہوگا، یا دونوں باتوں

کو قبول کرنا پڑیگا یا دونوں سے دستبردار ہونا پڑے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ انہی اسانید سے صحیح کا ادراک تو مشکل ہو لیکن متقدمین کی تصحیح و تضعیف کو قبول کرنا آسان ہو۔ تو شیخ کی عبارت میں ایک گونہ تعارض ہوگیا۔ لہذا ان کا یہ موقف راجح نہ ہوگا۔

ثامناً اس لئے شیخ کا موقف قابل قبول نہیں کہ شیخ کا محض اسانید متاخرہ کی وجہ سے صحیح کے ادراک کو متعذر و مشکل کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ بقول حافظ ابن حجرؒ کے۔ جو کتاب ایسی شہرت کی حامل ہو کہ اپنی شہرت کیوجہ سے اپنے مصنف تک اسانید کا اعتبار کرنے سے بے پرواہ کردینے والی ہو وہ مصنف تک اپنی صحت کی نسبت کرنے میں رجال سند کے احوال کا اعتبار کرنے کی محتاج نہیں ہوتی۔ بس اس کتاب کا حوالہ دیدینا ہی کافی ہوجاتا ہے۔ لہذا اسانید متاخرہ سے صحیح کے ادراک کے مشکل ہونے نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تاسعاً اس لئے شیخ کی بات معتبر نہیں کہ شیخ خود اپنے مذہب پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ چنانچہ امر تصحیح کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

فالاولی ان نتوسط فی امرہ۔ فنقول ما حکم بصحتہ ولم نجد ذالک فیہ لغیرہ من الائمۃ ان لم یکن من قبیل الصحیح فھو من قبیل الحسن یحتج بہ ویعمل بہ الا ان تظھر فیہ علۃ توجب ضعفہ۔	حاکم کی تصحیح کے بارے میں بہتر یہ ہے کہ ہم درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے یہ کہیں کہ حاکم نے جس حدیث کی تصحیح کی ہے، اور وہ اس تصحیح میں منفرد ہیں وہ حدیث اگر صحیح نہیں تو حسن (توضرور) ہے، وہ قابل احتجاج بھی ہے اور قابل عمل بھی ہاں اگر کوئی علت رجب ضعف ظاہر ہوجائے (تو پھر وہ حسن بھی نہ رہیگی بلکہ ضعیف ہوجائیگی۔)
مقدمہ صـ۱	

یہاں شیخ ابن صلاح کے قول "الا ان تظھر فیہ علۃ" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک حدیث میں کوئی متقدم کسی علۃ قادحہ پر مطلع نہیں ہوسکا، اور اس نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کردی لیکن متاخرین میں سے کوئی کسی علۃ پر مطلع ہوا جو ضعف کو مستلزم تھی اور اس نے اس حدیث کی تضعیف کردی تو وہ حدیث متقدم کی تصحیح و تحسین پر قائم نہ رہے گی۔ بلکہ متاخر کی تضعیف کے بموجب ضعیف ہوجائیگی، اب اگر متاخرین کو تصحیح و تضعیف کا حق نہ تھا تو شیخ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ: الا ان تظھر فیہ علۃ توجب ضعفہ۔ معلوم ہوگیا کہ یا تو ابن صلاح کا یہ موقف ہی نہیں

کہ "متاخرین تصحیح و تضعیف کے حقدار نہیں" جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اور اگر یہی موقف ہے تو پھر ان کے اپنے قول سے متعارض ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ جب ابن صلاح کے نزدیک کسی حدیث میں علۃ موجبہ للضعف کے ظاہر ہونے کے بعد اس حدیث پر متاخرین کو ضعف کا حکم لگانے کا حق ہے تو لامحالہ تصحیح کا حق بھی ہوگا۔ چنانچہ حافظ زین العراقی اپنی کتاب نعتت میں فرماتے ہیں۔ "...... انہ یتبع دیحکم علیہ بمایلیق بحالہ من الحسن اوالصحۃ اوالضعف" : کہ حاکم کی احادیث کا تتبع کیا جائے گا، اور حسن، صحۃ اور ضعف میں سے جسکی حدیث لائق ہوگی وہی حکم لگایا جائے گا (نہ کہ فقط ضعف کا کما قال ابن صلاح) ابن صلاح چونکہ اس زمانہ میں "تصحیح" کے قائل نہیں اس لئے فقط الاان تظہر فیہ علۃ توجب ضعفہ کہا اور دبی زبان میں متاخرین کیلئے تصحیح و تضعیف کے حق کے قائل ہو گئے۔

اسی طرح شیخ ایک اور مقام پر بھی اپنے اس موقف پر پابند نظر نہیں آتے، اس طرح کہ کتب حدیث پر جو مستخرجات لکھی گئی ہیں ان میں درج شدہ احادیث کے بارے میں ابن صلاح کا مذہب یہ ہے کہ وہ صحیح ہیں حالانکہ نہ وہ کتب صحاح میں ہیں اور نہ ان کی تصحیح پر متقدمین کی تصریح موجود ہے، لہذا اگر مستخرجات کی احادیث پر صحت کا حکم متاخرین لگا سکتے ہیں تو دوسری احادیث پر بھی تصحیح و تضعیف کا حکم لگانے کا انکو حق ہونا چاہیے۔ چنانچہ علامہ طاہر جزائری اپنی کتاب توجیہ النظر" میں فرماتے ہیں:

ذھب ابن الصلاح الی ان الزیادات الواقعۃ فی المستخرجات یحکم بھا بالصحۃ لانھا مرویۃ بالاسانید الثابتۃ فی الصحیحین او احدھما الخ۔ (توجیہ النظر صفحہ ۱۴۳)	مستخرجات میں واقع شدہ زیادات کے بارے میں ابن صلاح کا مذہب یہ ہے کہ ان پر صحت کا حکم لگایا جائیگا۔ اس لئے کہ ان تمام زیادات کو اسانید ثابتہ (صحیحہ) سے بخاری و مسلم یا کسی ایک میں روایت کیا گیا ہے۔

اس پر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

ھھنا وقع ابن الصلاح ما فیما فرمنہ وھو عدم التصحیح فی ھذا الزمان لانہ اطلق تصحیح ھذہ الزیادات ثم عللھا بتعلیل اخص من دعواہ۔ (توجیہ النظر ص ۱۴۳)	یہاں ابن صلاح وہی بات کہہ گئے ہیں کہ جس سے بھاگ گئے تھے۔ یعنی یہ کہ اس زمانہ میں تصحیح حدیث کا حق کسی کو نہیں ہے۔ اس لئے کہ ادھر تصحیح تو تمام زیادات کی کر رہے ہیں۔ (خواہ وہ بخاری و مسلم او احدھما پر مستخرجات میں ہوں یا کسی

دوسری کتاب پر ترجیح ہیں) اور ادھر اسکی علت (صحیحین او احدہما) کے ساتھ مقید کرکے اپنے دعویٰ سے اخص بیان کر رہے ہیں۔

حاصل یہ کہ ادھر تو شیخ متأخرین کو تصحیح و تضعیف کا حق دینے کیلئے تیار نہیں اور ادھر خود صحت کا حکم لگا رہے ہیں۔ اور اسکی اجازت دے رہے ہیں۔

عاشراً ابن صلاح کا موقف اس لئے بھی قابل ترجیح نہیں کہ حافظ ابوبکر حازمی المتوفی ۵۸۴ھ نے اپنی کتاب "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار" میں ترجیح احد الحدیثین علی الآخر کی پچاس وجوہ ذکر کی ہیں۔ لیکن ان میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ "اگر ایک حدیث صحیحین میں یا دوسری کتب صحاح میں ہو تو وہ راجح ہے کیونکہ وہ کتب صحاح میں ہے" بلکہ وجہ ترجیح رجال سند اور رواۃ حدیث کو ہی کہا ہے۔ جب ترجیح احد الحدیثین علی الآخر کا مدار رجال اور اصول نقد پر ہے تو لامحالہ متأخرین کو تصحیح و تضعیف کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ اس کے قواعد و ضوابط سے کما حقہٗ واقفیت حاصل ہو۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

شیخ ابن صلاح اور تعداد احادیث صحاح | شیخ ابن صلاح نے اپنے موقف کی تائید میں حافظ عبداللہ بن اخرم کی تابعداری کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ:

قل ما یفوت البخاری ومسلما مما یثبت من الحدیث یعنی فی کتابیهما۔ (مقدمہ صـ ۱۴)

امام بخاری و مسلم سے اپنی اپنی کتاب میں احادیث (صحیحہ) بہت ہی کم رہ گئی ہیں۔ (اکثر صحاح احادیث بخاری و مسلم میں آگئی ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جب اکثر و بیشتر احادیث صحیحہ بخاری و مسلم میں آگئی ہیں اور بہت ہی کم صحیح احادیث ان سے چھوٹی ہیں تو اب خواہ مخواہ کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ متأخرین کسی حدیث پر صحت یا ضعف کا حکم لگاتے رہیں، بلکہ متقدمین کی تصحیح و تضعیف پر یا کتب خمسہ پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ شیخ ابن صلاح اور شیخ عبداللہ بن اخرم کا یہ قول بھی قابل قبول نہیں۔ اور اس کے جواب میں امام نوویؒ نے جو یہ کہا ہے کہ "صرف صحیحین کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ ان سے احادیث صحیحہ بہت کم رہ گئی ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ کتب خمسہ سے بہت کم احادیث صحیحہ رہ گئی ہیں۔"

"والصواب انه لم یفت الاصول الخمسة الا الیسیر اعنی الصحیحین وسنن ابی داؤد والترمذی والنسائی۔"
تقریب مع التدریب صـ ۵۳

صحیح یہ ہے کہ اصول خمسہ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی سے احادیث صحیحہ بہت کم رہی ہیں۔ (ان سب میں اکثر صحاح احادیث آگئی ہیں نہ کہ فقط بخاری و مسلم میں)

اس میں بھی نظر ہے۔ یہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ کتب خمسہ سے بھی بہت زیادہ احادیث صحیحہ رہ گئی ہیں۔ اس لئے کہ ہم جب کتب خمسہ کی احادیث کا استقصار کرتے ہیں تو ہم کو درج ذیل اعداد وشمار حاصل ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری	بحذف المکررات	۲۶۰۲	(علی قول الراجح)
مسلم	" "	۴۰۰۰	
سنن ابی داؤد	کل	۴۸۰۰	
ترمذی	بحذف المکررات	۳۸۲۹	
نسائی	کل	۴۴۸۲	
	مجموعہ	۱۹۶۱۳	

اور اگر اس مجموعے کے ساتھ ابن ماجہ کی بھی ۴۳۳۸ احادیث ملا لی جائیں تو کل احادیث کی تعداد ۲۳۹۵۱ ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب کی سب احادیث صحیحہ نہیں ہیں، بلکہ بخاری ومسلم کے علاوہ دیگر کتب میں ضعیف اور منکر احادیث بھی ہیں۔ بفرض محال سب کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اور پھر اس عدد کا مقابلہ امام بخاریؒ کے اس قول سے کیا جائے کہ :

احفظ مائۃ الف حدیث صحیح و		کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح
مائتی الف حدیث غیر صحیح۔		احادیث یاد ہیں۔

تدریب ص۲۵ و مقدمہ ص۱۶

تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ کتب خمسہ بلکہ ستہ میں جو احادیث صحیحہ آسکتی ہیں ان سے زیادہ رہ گئی ہیں۔ اس لئے کہ :

امام بخاریؒ کو صحیح احادیث جو یاد تھیں وہ	۱۰۰،۰۰۰	ہیں اور
کتب ستہ میں جو آسکی ہیں (غیر صحیح وصحیح) وہ	۲۳۹۵۱	ہیں۔ تو
امام بخاری کی بقیہ احادیث	۷۶۰۴۹	رہ جاتی ہیں۔

اور یہ کتب ستہ کی احادیث ۲۳۹۵۱ سے زیادہ ہیں۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری کا یہ قول کہ احفظ مائۃ الف حدیث الخ بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ تتبع اور تلاش کے بعد بھی صحاح احادیث کی اتنی تعداد نہیں بنتی۔ پھر انہوں نے امام بخاری کے قول کی توجیہات کرنا شروع کر دی ہیں ـــــ راقم الحروف کہتا ہے

کہ ایک لاکھ نہ سہی، پچاس ہزار سہی، تب بھی کتب ستہ کی احادیث سے بخاری کو جو یاد تھیں وہ زیادہ ہیں۔ کیونکہ:

بخاری کو جو یاد تھیں (کم از کم بحذف المکررات بالفرض) وہ	۵۰۰۰۰	ہیں اور
کتب خمسہ کی کل احادیث صحیح وغیر صحیح	۲۳۹۵۱	ہیں تو
بقیہ جو بچیں وہ	۲۶۰۴۸	ہیں، یہ تعداد

پھر کتب ستہ کی احادیث سے زیادہ ہے تو ابن صلاح کا یہ قول کہ "بخاری و مسلم سے بہت کم صحیح احادیث رہ گئی ہیں۔ اور امام نووی کا یہ قول کہ کتب خمسہ سے بہت کم احادیث رہی ہیں۔ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس سے بڑھ کر اگر کتب خمسہ کی احادیث کا مقابلہ امام احمدؒ کے قول "صح سبعمائة الف وکسر" تدریب ص۲۸ سے کیا جائے تو پھر جو صحاح احادیث کتب خمسہ میں آئی ہیں وہ ان صحیح حدیثوں کا پینتیسواں ۳۵ حصہ بھی نہیں ہیں، جو امام احمد کے پاس تھیں۔ لہذا ابن صلاح و امام نووی کے اقوال میں نظر ہے۔ ابن صلاح کے قول کی تردید تو خود امام بخاری کا یہ قول کرتا ہے کہ

ماکتبت فی کتابی هذا الا الصحیح من الاحادیث والتی ترکتها اکثر مصباح ص۱۲ تدریب ص۲۶ وغیرهما	(یہ تو ٹھیک ہے کہ) میں نے اپنی کتاب میں وہی احادیث درج کی ہیں جو صحیح تھیں (لیکن یہ نہیں ہے کہ میں نے سب صحاح کو جمع کر دیا ہے بلکہ) جو میں نے صحیح احادیث چھوڑ دی ہیں وہ (ان احادیث سے) بہت زیادہ ہیں۔ (جو میں نے درج کی ہیں۔)

اسی طرح امام مسلم کا یہ قول بھی ابن صلاح کے دعویٰ کی تردید کرتا ہے کہ:

لیس کل صحیح کتبته ههنا ولکن کتبت الاحادیث التی اجمع العلماء علی صحتها. مصباح ص۱۲ وتدریب ص۲۶ -	میں نے تمام صحاح کو مسلم میں جمع نہیں کیا بلکہ صرف انہی کو جمع کیا ہے جنکی صحت پر علماء وقت نے اتفاق کیا۔

لہذا یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ صحیحین سے بہت کم صحاح احادیث چھوٹی ہیں۔ بلکہ کم آسکی ہیں۔ اور زیادہ رہ گئی ہیں۔ اور اب وہ احادیث جو رہ گئی ہیں۔ بخاری و مسلم یا دیگر کتب صحاح سے انکی تضعیف یا تصحیح کے لئے بھی تو کوئی معیار ہونا چاہئے، اور وہ رجال سند اور اصول نقد ہیں اور جب معیار تصحیح وتضعیف رجال سند اور اصول نقد ہیں تو جسطرح متقدمین نے احادیث کی تصحیح وتضعیف کی ہے اسیطرح متاخرین کو بھی اصول و قواعد کی روشنی میں اسکا اختیار ہوگا۔

(باقی ص۴۸ پر)

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ طابع وناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا